حفاظت حدیث کے اولین ذرائع - فنی، تاریخی اور تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری*

Preservation of Primary Sources of *Ḥadīth*

Abstract

Right from the beginning of Islam, Companions *(Ṣaḥābah)* of the Prophet Muhammad (PBUH) did their best to preserve narrations (*Ḥadīth*) of the Prophet (PBUH), ponder on it, follow the teachings it contained and promote it among others.

It was *Ḥadīth* literature, which later on resulted in a great number of commentaries of the *Qur'ān*, Fiqh literature, Islamic History and other Islamic sciences.

Ṣaḥābah used different means to preserve and promote narrations of the Prophet (PBUH). The most important of them are as under:

1. Memorization of *Ḥadīth*.
2. Discussions on *Ḥadīth*
3. Writing of *Ḥadīth*
4. Application of *Ḥadīth*

This paper aims to discuss that how *Ṣaḥābah* preserved and promoted *Ḥadīth* literature using different means and conveyed it to the next generation.

Keywords: *Hadith; Sources; Preservation; Technical Historical and Analytical Study.*

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رشد وہدایت کے لئے انبیاء ورسل کی بعثت کا جو سلسلہ شروع کیا تھا۔ وہ آنحضرت ﷺ پر ختم ہو گیا تو حضرت محمد ﷺ کو آخری دین (اسلام) اور آخری کتاب (قرآن کریم) دے کر تمام عالم کیلئے ھادی بنا کر مبعوث فرمایا۔ قرآن کریم نبی ﷺ پر اترنے والی تئیس سالہ وحی الٰہی کا وہ حتمی مجموعہ ہے۔ جس کی لفظی و معنوی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالی نے لیا ہے۔ جس طرح یہ رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر پر اترا تھا اس طرح آپ ﷺ نے صحابہ کو سنایا۔ جس میں انسانی زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ قرآن کریم میں اسلام کی تعلیمات کی تمام تر تفصیل اور جملہ جزئیات کا اِحاطہ نہیں ہے۔ اس لئے بہت سے احکام مجمل یا کلیات کی شکل میں بیان ہوئے ہیں جن کی وضاحت و تشریح اور کلیات سے جزئیات کی تصریح رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول و عمل سے فرمائی۔ آپ کا کام محض کلامِ الٰہی کو لوگوں تک پہنچانا نہیں تھا بلکہ اس کی تبیین و تشریح بھی آپ کے منصب میں شامل تھی۔ لہذا قرآن کریم کی تفسیر و تشریح کیلئے آنحضرت ﷺ کو قرآن کا مفسر اور شارح قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾[1] (اور ہم نے تیری طرف ذکر (قرآن کریم) اتارا تا کہ آپ لوگوں کو کھول کھول کے بیان کر دے جو ان کی طرف اتارا گیا ہے)۔

قرآن کریم کی طرح صاحب قرآن کی زندگی کا بھی ایک ایک لمحہ، ایک ایک دن اور ایک ایک زاویہ اپنی پوری رعنائیوں کے ساتھ ایک کھلی کتاب ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے تئیس سالہ عہد کا ایک ایک لمحہ اس فریضہ کی انجام دہی میں صرف ہوا اور آپ ﷺ اپنے اقوال و افعال اور اخلاق و کردار کے ذریعہ قرآن کریم کی تفسیر فرماتے رہے۔ اس لئے قرآن کریم کو سمجھنے

* صدر شعبہ علوم اسلامیہ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

کے لئے ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ کے جملہ اقوال وافعال اور اخلاق وکردار کو پیش نظر رکھا جائے جو احادیث کے نام سے موسوم ہیں جن کے بغیر قرآن کریم کا سمجھنا مشکل ہے بلکہ قرآن کریم کا ایک معتدبہ حصہ ایسا ہے جو احادیث کے بغیر سمجھنا ممکن ہی نہیں۔ معلوم ہوا کہ دین اسلام کے بنیادی ماخذ دو ہیں، ایک کتاب اللہ اور دوسری سنت ہے۔

احادیث رسول کی اس ضرورت واہمیت اور عظمت ورفعت کے پیش نظر آغاز اسلام سے ہی صحابہ کرامؓ نے انہیں پوری محنت اور اخلاص وعقیدت کے ساتھ سمجھنے اور عملی زندگی میں اپنانے کے ساتھ ساتھ ان کی نشرواشاعت کے لئے کلیدی اور لائق حوالہ خدمات سرانجام دی ہیں۔احادیثِ نبویہ کی تعمیل صحابہ کرام پر فرض تھی اور وہ اپنے نبی کے احکامات ماننے کے پابند تھے، ضروری ہے کہ ان پر لاگو شرعی احکام آگے بھی اسی حیثیت سے منتقل ہوں۔ دین کی حفاظت کی یہ ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ذریعے اس طرح سادہ انداز میں پوری کرائی ہے جو ہر دور میں حفاظت کا آسان اور مروّجہ انداز رہا ہے۔ اور اس پر عمل کرنا، اس کے تقاضے بجالانا انسانوں کے لئے بآسانی ممکن رہا ہے۔ ابتدا میں قرآن وحدیث کو بحفاظت آگے منتقل کرنے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا گیا وہ بنیادی طور پر حافظہ پر اعتماد کا طریقہ ہے، جس کو بعد میں کتابت، مذاکرہ اور دیگر ذرائع سے بھی تقویت دی گئی ہے۔

شمع رسالت کے ان پروانوں نے آنحضرت ﷺ کی نجی زندگی سے لے کر بین الاقوامی سیاسی معاملات تک کو محفوظ کیا اور اس راہ میں ایسی خدمات سرانجام دیں جن کی دنیا کے دیگر مذاہب میں کوئی نظیر نہیں ملتی ہے۔

اس بارے میں علامہ ابن حزم رقمطراز ہیں:

> اقوام عالم میں سے کسی کو اسلام سے پہلے یہ توفیق میسر نہیں ہوئی کہ اپنے پیغمبر کے اقوال صحیح ثبوت کے ساتھ محفوظ کر سکے یہ شرف صرف ملت اسلامیہ کو حاصل ہے کہ اس نے اپنے رسول کے ایک ایک کلمہ کو صحت اور اتصال کے ساتھ جمع کیا آج روئے زمین پر کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جو اپنے پیشوا کے ایک کلمہ کی سند بھی صحیح طریقہ پر پیش کر سکے اس کے برعکس اسلام نے اپنے رسول کی سیرت کا ایک ایک گوشہ پوری صحت واتصال کے ساتھ محفوظ کیا ہے۔[۲]

صحابہ کرامؓ اور حضرات تابعین وتبع تابعین نے حفاظت حدیث اور اس کی ترویج واشاعت کے لئے اپنی زندگیاں صرف کر ڈالیں اور اس کیلئے درج ذیل ذرائع کو استعمال کیا ہے: ۱۔ حفظ حدیث، ۲۔ مذاکرہ حدیث، ۳۔ کتابتِ حدیث، ۴۔ تعامل

۱۔ حفظ حدیث

حدیث کی ترویج واشاعت اور اس کی حفاظت کا یہ ایک بنیادی اور ابتدائی ذریعہ تھا۔ اہل عرب کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حافظہ عطاء کیا تھا۔ جس کی بدولت وہ اشعار، خطبات اور ضرب الأمثال وغیرہ ہزاروں کی تعداد میں زبانی یاد کر لیتے تھے' انہیں صرف اپنے ہی نہیں، بلکہ اپنے گھوڑوں تک کے نسب نامہ ازبر تھے۔[۳] بعض اوقات کسی بات کو صرف ایک بار سن کر یا دیکھ کر پوری طرح یاد کر لیتے تھے۔

حضرت جعفرؓ بن عمرو الضمری بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ عبید اللہؓ بن عدی کے ساتھ حضرت وحشیؓ بن حرب سے ملنے

گیا۔ حضرت عبید اللہ نے اس وقت اپنا سر عمامہ سے باندھا ہوا تھا صرف آنکھیں اور پاؤں حضرت وحشیؓ بن حرب کو نظر آرہے تھے۔ چنانچہ عبید اللہ نے حضرت وحشیؓ سے پوچھا کہ:

کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں تو حضرت وحشیؓ نے کہا میں آپ کو پہچانتا تو نہیں البتہ مجھے اتنا یاد ہے (کہ آج سے سالہا سال پہلے میں ایک دن عدی بن خیار نامی کے ایک شخص پاس گیا تھا)۔ عدی بن خیار نے اُم قتال بنت اَبی العیص نامی کے ایک عورت سے شادی کی اس دن عدی کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا تھا، میں اس بچہ کو چادر میں لپیٹ کر اس کی مرضعہ (رضاعی ماں) کے پاس لے گیا، بچہ کا سارا جسم ڈھکا ہوا تھا۔ صرف پاؤں میں نے دیکھے تھے تمہارے پاؤں اس بچہ کے پاؤں کے ساتھ بہت مشابہ ہیں۔ [۴]

حافظہ پر اعتماد کی بنیادی وجوہات درج ذیل ہیں:

۱۔ ابتدائے آفرینش سے، جب فن کتابت وجود میں بھی نہیں آیا تھا، انسان اپنی روزمرہ یادداشت کے لئے حافظہ پر ہی اعتماد کرتا تھا۔ حافظہ انسان کی فطری بنیادی صلاحیت کی عکاسی کرتا ہے۔ عرب کا حافظہ بڑا مثالی تھا حتیٰ کہ تحریر کرنے کو عیب اور حافظہ کی کمزوری خیال کیا جاتا تھا۔ اس ملکہ کی بدولت اہل عرب اس وقت کے متداول فنون کو صفحہ قرطاس پر منتقل کرنے کو ناپسند سمجھتے تھے۔

ذوالرمہ (م۱۱۷ھ) جو آخری مخضرم شاعر ہے کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اس بات کو چھپاتا رہا کہ وہ فن کتابت سے آشنا ہے۔ اس خیال سے کہ کہیں لوگ اسے ناپسند نہ کرنے لگیں۔ [۵]

۲۔ قرآن کریم کی حفاظت، حافظہ، تلاوت و ادا پر تھی۔ اسی طرح صیغوں اور نقاط کا فرق بھی حافظے میں ہی محفوظ تھا۔ تجوید (مخارج وصفات) کا لحاظ تو بالکل یہ تلاوت و ادا پر ہی منحصر ہے، دورِ نبوی کے فن کتابت میں وہ قوت نہیں تھی کہ وہ قرآن کریم کی پوری طرح حفاظت کر سکے۔ اسی طرح واقعات کی صحیح نشاندہی روایت کی استنادی حیثیت کی مرہونِ منت ہے۔ عہد نبوی میں فن تحریر اس قدر سادہ تھا کہ آج کا حافظِ قرآن بھی اس دور کے لکھے قرآن کو نہیں پڑھ سکتا۔

اس میں نقاط اور حرکات جو عربی زبان میں غیر معمولی اہمیت رکھتی ہیں، کا استعمال بڑی دیر بعد شروع ہوا۔ گویا قرآن مکمل صورت میں حفاظِ قرآن کے سینوں میں موجود تھا۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی حفظ و ادا کی صورت ملا نہ کہ بصورتِ کتابت، جبریل امینؑ اور نبی ﷺ اس کو حافظے کی مدد سے صحابہ کرام کو پہنچایا کرتے۔ اس امر کی شہادت بھی قرآن میں موجود ہے کہ قرآنِ کریم کی دنیا میں حفاظت کس طرح ہوئی: ﴿بَلْ هوَآيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوْاالْعِلْمَ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيَاتِنَا اِلاَّ الظّٰلِمُوْنَ﴾ یعنی ﴿بلکہ وہ (قرآن) تو واضح آیات ہیں جو ان لوگوں کے سینے میں محفوظ ہیں جنہیں علم دیا گیا ہے۔ اور ہماری آیات سے بے انصاف لوگوں کے سوا کوئی انکار نہیں کرتا﴾۔ [۶]

۳۔ حافظہ کے لئے کسی آلہ یا کاغذ کی ضرورت نہیں بلکہ یہ صلاحیت ہر ذی شعور میں پائی جاتی ہے۔ عہدِ نبوی میں آلاتِ کتابت اور کاغذ عام میسر نہ تھا، کاغذ تو بالکل نادر، اور چمڑے وغیرہ بھی بہت کم موجود تھے۔ کاغذ یا

چمڑے پر تو قرآن متفرق اور بکھرا ہوا تھا۔

چنانچہ کتابت کی طرف عدم رجحان اور حافظہ پر اعتماد کی بدولت اہل عرب حفظ پر زور دیتے تھے۔ اسی وجہ سے جب آنحضرت ﷺ نے دعوت کا آغاز کیا اس وقت لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا اور بہت کم ایسے لوگ تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے ہوں۔ ابن سعد نے صرف نو آدمیوں کا ذکر کیا ہے جو اس وقت لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔[۷] جبکہ علامہ بلاذری نے سترہ آدمیوں کا ذکر کیا ہے۔[۸] عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ میں احادیث یاد کرنے کا رواج عام تھا اکثر صحابہ کرامؓ احادیث سن کر یاد کر لیتے تھے۔ اور جنہیں احادیث یاد نہ رہتیں۔ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اپنے حافظ کی کمزوری کی شکایت کرتے تو آپ ﷺ ان کیلئے دعا فرماتے تھے اس بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ کا واقعہ صحیح بخاری میں منقول ہے۔[۹]

آنحضرت ﷺ بھی حفظ اور سمجھانے کی غرض سے ایک بات کو تین مرتبہ دہراتے تھے۔[۱۰] آپ ﷺ وفد عبد القیس کو تعلیم دینے کے بعد الوداع کرنے لگے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اسے یاد کرلو، اور اپنے پیچھے رہنے والوں کو اس کی خبر دو"۔[۱۱] مزید برآں آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: "اور جو لوگ حاضر ہیں وہ (یہ باتیں) ان لوگوں تک پہنچائیں جو حاضر نہیں ہیں"۔[۱۲] چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے آپس میں باریاں مقرر کرلی تھیں۔[۱۳]

عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ کا حدیث حفظ کرنے کی بہت سی روایات منقول ہیں۔

۱۔ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں:

> ہم نبی ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ہوتے اس مجلس میں بیٹھنے والوں کی تعداد تقریباً ساٹھ ہوتی تو آپ ﷺ حدیث بیان کرتے اور پھر مجلس سے تشریف لے جاتے تو ہم آپس میں ان احادیث کا دور کرتے اور جب ہم اٹھتے تو گویا کہ وہ احادیث ہمارے دلوں پر نقش ہو گئی ہیں۔[۱۴]

۲۔ ابن بریدہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ حمص کے بیت الخلاء سے نکلے اور اپنے غلام کو کہا میرے کپڑے دو کپڑے پہن کر حمص کی مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی نماز کے بعد دیکھا کہ چند لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں حضرت معاویہؓ نے ان سے پوچھا تم کس لیئے یہاں بیٹھے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے نماز فرض ادا کرلی ہے۔ پھر ایک واعظ نے ہمیں وعظ کیا اس کے بعد ہم سنت رسول کو یاد کر رہے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ ایک دن میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے۔ تو دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، نبی نے ان سے پوچھا، تمہیں کس چیز نے یہاں بٹھایا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم فرض نماز ادا کرنے کے بعد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو یاد کر رہے ہیں"۔[۱۵]

۳۔ حضرت براءؓ بن عازب نے آنحضرت سے دعا یاد کرکے آپ کو سنائی تو آپ نے ان کی اصلاح کی۔[۱۶]

۴۔ حضرت ابو شریح عدویؓ نے آنحضرت ﷺ کا خطبہ زبانی یاد کیا اور عمروؓ بن سعید کو سنایا۔[۱۷] حضرات صحابہ کرامؓ احادیث محفوظ کرنے کے لئے حافظہ پر ہی اعتماد کرتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کی طرف سے صحابہ کرامؓ کو نہ صرف زبانی نقل و روایت کی کھلی اجازت تھی، بلکہ آپ ﷺ نے زبانی روایت کرنے کی حوصلہ افزائی بھی فرمائی ہے۔ بہت ساری روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قیامت تک

آنے والے لوگوں کے حق میں دعا فرمائی ہے۔ جو آپ ﷺ کی احادیث کو زبانی یاد کر کے دوسروں تک ان کو پہنچائے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "اللہ اس بندے کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی اور اسے یاد رکھی اور دوسروں تک اس کو پہنچادیا"۔[۱۸] نیز آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوش رکھے جس نے میری بات سنی اور اسے یاد رکھا اور اسے دوسروں تک پہنچایا"۔[۱۹]

اس دعا کے اولین مخاطب حضرات صحابہؓ تھے۔ جنہوں نے آپ اکی احادیث مبارکہ کو یاد رکھتے ہوئے ان کی حفاظت فرمائی اور امت تک اس سرمایہ کو پوری صحت و اتقان کے ساتھ پہنچایا۔ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ کی احادیث مبارکہ کو قید تحریر میں لانے کی نسبت اسے زبانی حفظ کرنے کو ترجیح دی۔

صحابہ کرامؓ کے بعد حضرات تابعین میں حفظ کی بے حد اہمیت رہی۔ ان کے ہاں حفظ کی قوت اور اس کی کمزوری خصوصی دلچسپی کا باعث رہا ہے۔ اسی وجہ سے ان کے ہاں یہ جملہ ان کی زبان پر رہا: "فی الحقیقت علم وہی ہے جو انسان کے سینہ میں محفوظ ہو نہ کہ کتب میں مرقوم ہو"۔[۲۰] نیز امام اوزاعی فرماتے ہیں: "اس علم (حدیث) کی بڑی قدر و منزلت تھی جب اسے براہ راست اساتذہ سے حاصل کیا جاتا تھا پھر (پختگی کیلئے) اس کا اعادہ کیا جاتا تھا۔ جب سے علم قید تحریر میں آنے لگا اس کی رونق ماند پڑ گئی اور ایسے لوگ بھی اسے حاصل کرنے لگے جو اس کے اہل نہیں تھے"۔[۲۱]

کتب رجال میں اُن رواۃ حدیث کا تذکرہ ملتا ہے جو اپنے عمدہ حافظہ کی وجہ سے مشہور و معروف تھے ان میں سے عامر بن شراحیل (۱۰۹ھ)، امام زہری (۱۲۴ھ)، اعمش (م۱۴۸ھ)، سعید بن ابی عروبہ (۱۵۶ھ)، عبداللہ بن مبارک (۱۹۷ھ)، عبدالرحمن بن مہدی (۱۹۸ھ) قابل ذکر ہیں۔[۲۲]

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ان حضرات کو اپنے دعویٰ کی صحت کے لئے امتحان کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے مثلاً سعید بن مسیب (م۹۳ھ) نے قتادہ کا امتحان لیا۔[۲۳] خلیفہ ہشام بن عبدالملک (م۱۲۵ھ) نے امام زہری کے حافظہ کا امتحان لیا۔[۲۴]

غرضیکہ حدیث کی ترویج و اشاعت اور اس کی حفاظت کے لئے صحابہؓ و تابعینؒ اور ان کے بعد کے ادوار میں حفظ پر اعتماد کیا جاتا رہا کتابت اگرچہ علم کی حفاظت کا ایسا ذریعہ ہے جس نے انسانوں کو بہت سی کمزوریوں خصوصاً ضعف حافظہ کا علاج کر دیا ہے۔ لیکن کتابت کے ارتقاء تک حفظ ہی موثر ذریعہ تھا۔ موجودہ دور میں اگر کتابت کو حفاظت کا معتمد ذریعہ مانا گیا ہے تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ ہمیشہ سے کتابت ہی معتمد اور مستند ترین ذریعہ چلا آ رہا ہو۔ بلکہ شاید بہت جلد انفرمیشن ٹیکنالوجی کی بدولت کتاب و تدوین بھی اپنی موجودہ حیثیت برقرار نہ رکھ سکے۔

۲۔ مذاکرۂ حدیث

حفظ اگرچہ انسان کا انفرادی وصف ہے جس کا تعلق انسان کی صلاحیت سے ہے تاہم اس کا استحکام اجتماعی عمل سے ہی ممکن ہے۔ یہی اجتماعی عمل مذاکرہ ہے کیونکہ باربار دہرانے سے نہ صرف حفظ کرنا آسان ہو جاتا ہے بلکہ اس سے حافظہ کی کمزوری کا سدباب بھی کیا جا سکتا ہے۔ احادیث کو دہرانے کی اس مشق کی اہمیت کا اندازہ ابوعبداللہ جعفر بن محمد کے اس قول سے ہوتا ہے: "دل مٹی کی مانند ہیں علم اس کی کھیتی اور مذاکرہ اس کا پانی ہے۔ زمین کو اگر پانی نہ ملے تو اس پر سبزہ و روئیدگی ختم ہو جاتی ہے"۔[۲۵]

مذاکرہ حدیث کا یہ عمل عہد رسالت میں بھی موجود تھا۔ حضرت انسؓ بن مالکؓ فرماتے ہیں: "ہم نبی ﷺ کے پاس ہوتے تو آپ اسے حدیث سنتے جب اٹھتے تو ایک دوسرے سے دہراتے یہاں تک کہ وہ ہمیں یاد ہو جاتی تھیں"۔[۲۶]

نیز ابو نضر کا قول ہے: "اصحاب رسول ﷺ جب بھی جمع ہوتے احادیث کا اعادہ کرتے تھے"۔[۲۷] حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: "میں رات کے تین حصے کرتا ہوں ایک میں سوتا ہوں اور ایک میں نماز پڑھتا ہوں اور ایک میں احادیث رسول ﷺ یاد کرتا ہوں"۔[۲۸]

حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ اور حضرت عمرؓ بن خطاب کے بارے میں منقول ہے کہ ان کو آپس میں مذاکرہ کرتے ہوئے صبح ہو گئی۔[۲۹] حضرت علیؓ اپنے تلامذہ سے کہا کرتے تھے: "باہم حدیث کو دہرایا کرو اور ایک دوسرے سے ملتے رہو اگر ایسا نہ کرو گے تو علم ضائع ہو جائے گا)۔[۳۰] حضرت ابو سعید خدریؓ اپنے تلامذہ سے کہا کرتے تھے: "حدیث کا مذاکرہ کیا کرو کیونکہ مذاکرہ حدیث کو جوش مارنے کا سبب بنتا ہے"۔[۳۱]

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے: "حدیث کو دہراؤ اور اس کا مذاکرہ کیا کرو"۔[۳۲] نیز آپ کا قول ہے: "جب تم ہم سے حدیث سنو تو آپس میں مذاکرہ کر لیا کرو"۔[۳۳]

حضرات تابعین بھی اپنے تلامذہ کو مذاکرہ کی تلقین کیا کرتے تھے۔ علقمہ (م ۶۲ھ)، ابو العالیہ (م ۹۰ھ)، اور عروہ بن زبیرؓ (م ۹۳ھ) اپنے تلامذہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "حدیث کو دہرایا کرو کیونکہ اس میں اس کی بقا ہے"۔[۳۴] امام زہری فرماتے ہیں: "علم کی مصیبت بھول جانا اور ترک مذاکرہ ہے"۔[۳۵]

حضرات تابعین و تبع تابعین نہ صرف اپنے تلامذہ کو مذاکرہ کا مشورہ دیتے تھے بلکہ خود بھی آپس میں مذاکرہ کرتے تھے۔ عطاء بن ابی رباح (م ۱۱۶ھ) فرماتے ہیں کہ: "ہم جابرؓ بن عبد اللہ سے احادیث سن کر آتے تو مل کر یاد کرتے اور ابو الزبیر (محمد بن مسلمہ) ہم سب سے زیادہ احادیث کو یاد رکھنے والے تھے"۔[۳۶]

اسماعیل بن رجاء فرماتے ہیں: "ہم بچوں کو جمع کر کے احادیث کا اعادہ کرتے تھے"۔[۳۷] سلیمان بن مہران کا بیان ہے: "اسماعیل بن رجاء مکتب کے بچوں کو جمع کر کے حفظ کیلئے انہیں حدیث سناتے"۔[۳۸]

ابو نضرہ کہتے ہیں: "ہم عمرانؓ بن حصین کے پاس علم کا مذاکرہ کرتے تھے"۔[۳۹] اسماعیل بن ابی خالد بیان کرتے ہیں "شعبی، ابو الضحی، ابراہیم اور ہمارے اصحاب مسجد میں جمع ہو کر حدیث کا اعادہ کرتے تھے"۔[۴۰]

امام زہری کے بارے میں یہ روایت مشہور ہے کہ جب وہ اپنے استاد عروہ بن زبیرؓ اور دیگر شیوخ سے احادیث سن کر آتے تو اپنی باندی کو جگاتے اور اس کے سامنے احادیث کا اعادہ کرتے باندی کہتی رہ جاتی کہ میرا اس سے کیا تعلق (عدم دلچسپی کا اظہار کرتی) لیکن امام زہری جب تک اس مجلس میں سنی ہوئی تمام احادیث دہرا نہ لیتے خاموش نہیں ہوتے تھے۔[۴۱]

لیث بن سعد (م ۱۷۵ھ) بیان کرتے ہیں: "ایک رات عشاء کے بعد ابن شہاب باوضو مجلس میں بیٹھے رہے اور صبح تک حدیث کے مذاکرہ میں مشغول رہے)۔[۴۲] عبد اللہ بن شداد نے ابن ابی لیلیٰ کے ساتھ احادیث کا مذاکرہ کیا تو عبد اللہ کو کچھ ایسی احادیث بھی یاد آگئیں جو انہیں بھولی ہوئی تھیں اور وہ خوش ہو کر بولے: "اللہ تمہیں (اے ابن ابی لیلیٰ) خوش رکھے تم نے کئی ایسی احادیث مجھے یاد دلا دی ہیں جو مجھے بھولی ہوئی تھیں"۔[۴۳] امام علی بن مدینی کا قول ہے: "چھ اشخاص یعنی ابن معین، ابن

مہدی، وکیع بن جراح، ابن عیینہ، ابو داؤد، عبد الرزاق کو یہ مجالس مذاکرہ اس قدر عزیز تھیں کہ جب وہ اس میں مشغول ہو جاتے تو دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جاتے"۔[۴۴] نیز ان کا قول ہے: "وکیع بن جراح اور عبد الرحمن بن مہدی مسجد حرام میں مذاکرہ حدیث میں ایسے مشغول ہوئے کہ فجر کی اذان ہوگئی"۔[۴۵]

حدیث نبوی کے یہ دلدادہ جب تک احادیث اچھی طرح ازبر نہ کر لیتے، کسی سے گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

معاذ بن معاذ (م ۱۹۲ھ) کہتے ہیں۔ کہ ہم ابن عون کے گھر آئے تو شعبہ باہر آئے ہم نے ان سے گفتگو کرنی چاہی تو انہوں نے یہ کہہ کر بات کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ ابن عون سے سنی ہوئی احادیث کو یاد کرنے میں مشغول ہیں۔[۴۶]

مذاکرہ حدیث کی اسی اہمیت کے پیش نظر صحابہ کرامؓ و تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے مذاکرہ حدیث پر زور دیا ہے اور ایسی مجالس کے انعقاد کی طرف توجہ دلائی ہے جن میں احادیث کا اعادہ و مذاکرہ کیا جائے۔ کیونکہ اس عمل سے حافظہ قوی ہوتا ہے اور علم میں رسوخ پیدا ہوتا ہے۔ مذاکرہ حدیث کی یہ مجالس ان کے ہاں حافظہ میں پختگی کے ساتھ ساتھ حدیث کی نشر و اشاعت اور اس کی حفاظت میں قابلِ اعتماد ذریعہ بن گئیں۔

۳۔ کتابتِ حدیث

عرب قبل از اسلام کتابت جانتے تھے اور اہم تاریخی واقعات کو پتھروں، ہڈیوں، کھجور کی شاخوں، چمڑے کے ٹکڑوں، باریک چھلکوں وغیرہ پر لکھا کرتے تھے۔ دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ کتابت کے آثار تیسری صدی عیسوی سے ملتے ہیں۔ اور یہ آثار جزیرہ عرب کے شمالی اطراف میں پائے جاتے ہیں۔[۴۷] کتابت کے حوالہ سے مولانا محمد محترم فہیم عثمانی رقمطراز ہیں:

> عرب باشندوں کی اکثریت یقیناً لکھنے پڑھنے کے فن سے آشنا نہ تھی لیکن ہر شہر میں ایسے لوگ ضرور پائے جاتے تھے جو اس فن سے پوری طرح آشنا تھے لکھنے پڑھنے کا کام انجام دیتے تھے اور اس طرح مجموعی طور پر عرب میں ایک اچھی خاصی تعداد لکھنا پڑھنا جاننے والوں کی موجود تھی نہ صرف مرد بلکہ بعض عورتیں بھی ایام جاہلیت میں ایسی پائی جاتی تھیں جو نوشت وخواند سے بخوبی واقف تھیں۔ شرفاء ہی نہیں بلکہ غلاموں میں بھی اس فن سے آشنا افراد موجود تھے عیسائیوں کے گرجے عرب میں جہاں کہیں تھے ہر ایک میں مختلف مذہبی کتابوں کی موجودگی کا ثبوت ملتا ہے۔[۴۸]

عرب کے ممتاز شعراء نے اپنے منتخب قصائد لکھ کر بیت اللہ کے اندر آویزاں کیے تھے۔[۴۹]

حضرت خدیجہؓ کے چچا کے بیٹے ورقہ بن نوفل عبرانی کتاب لکھا کرتے تھے اور انجیل کا عبرانی زبان میں ترجمہ کیا کرتے تھے۔[۵۰]

آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت کچھ لوگ پہلے ہی لکھنا جانتے تھے۔ تاہم آپ ﷺ نے قرأتِ قرآن اور فنِ کتابت کو عام کرنے کے لئے اصحاب صفّہ کے لئے خصوصی اہتمام فرمایا۔ چنانچہ حضرت عبادہؓ بن صامت[۵۱] کو ان کو قرآن پڑھانے اور لکھنا پڑھنا سکھانے کے لئے مامور فرمایا۔[۵۲] اس طرح آپ ﷺ نے عبد اللہ بن سعید بن العاص کو 'جو فن کتابت کے ماہر سمجھے جاتے تھے' حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کو لکھنا سکھائیں۔[۵۳]

آپ ﷺ نے شفاء بنت عبد اللہ[۵۴] کو حکم دیا کہ وہ اُم المؤمنین حضرت صفیہؓ کو لکھنا سکھائیں۔[۵۵] اور جنگ بدر کے ان قیدیوں

کے بارے میں، جو فدیہ دے کر رہائی حاصل نہ کر سکے تھے، آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ جو قیدی دس مسلمان بچوں کو فنِ کتابت سکھادے گا اس کو رہائی دے دی جائے گی۔[۵۶]

ان دلائل سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کتابت کو عام کرنے کے لئے کس قدر اہتمام کیا۔ آپ ﷺ کا کتابت کو فروغ دینے کا سبب یہ تھا کہ خود قرآن کریم نے لکھنے پڑھنے کی اہمیت ذکر کی ہے۔ چنانچہ پہلی وحی میں لکھنے پڑھنے کی ترغیب دی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا ہے﴾[۵۷] اور مالی لین دین کو ضبط تحریر میں لانے کا حکم دیا۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿اے ایمان والو: جب تم کسی مدت معینہ کے لئے ایک دوسرے کو قرض دو تو اسے لکھ لیا کرو﴾[۵۸]۔

انہی قرآنی احکام اور آنحضرت ﷺ کے فن کتابت کے لئے خصوصی اہتمام کی بدولت صحابہ کرامؓ میں کتابت سے لگاؤ اور شغف پیدا ہو گیا۔ مردوں کے ساتھ عورتوں نے بھی آنحضرت اسے پڑھنے لکھنے کی درخواست کی جسے آپ ﷺ نے قبول فرما لیا اور ان کے لیے ایک دن مخصوص کر دیا۔[۵۹] کتابت کی اس قدر اہمیت کے پیش نظر صحابہ کرامؓ حفظ حدیث کے ساتھ ساتھ کتابت حدیث کا بھی پورا پورا اہتمام کرتے تھے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں: "ہم آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھتے تھے جو کچھ آپ ﷺ سے سنتے لکھتے جاتے"۔[۶۰] ایک دوسری روایت میں حضرت عبد اللہؓ بن عمروؓ نقل کرتے ہیں: "جب ہم رسول اللہ ﷺ کے گرد بیٹھے لکھ رہے تھے"۔[۶۱]

حضرت عبد اللہؓ بن عمروؓ ان لوگوں میں شامل ہیں جن کو کتابتِ حدیث کی خصوصی اجازت آنحضرت ﷺ نے مرحمت فرمائی تھی۔ آپ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: "یارسول اللہ ﷺ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی احادیث روایت کروں میرا ارادہ ہے کہ دل کے ساتھ ساتھ اپنے ہاتھ سے مدد لوں اگر آپ یہ پسند فرمائیں تو رسول اللہ انے فرمایا گر میری حدیث ہو تو پھر اپنے دل کے ساتھ اپنے ہاتھ سے بھی مدد لو (یعنی لکھ لیا کرو)"۔[۶۲] اس اجازت کے بعد حضرت عبد اللہؓ بن عمروؓ کتابتِ حدیث میں اس قدر مشغول ہو گئے کہ جو کچھ آنحضرت ﷺ سے سنتے اسے قلمبند کر لیتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: "میں رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنتا تھا یاد کرنے کے لئے اسے لکھ لیتا تھا"۔[۶۳]

کتابت حدیث کی اجازت صرف حضرت عبد اللہؓ بن عمروؓ کے ساتھ خاص نہیں تھی۔ بلکہ تمام صحابہ کرامؓ کو دربار رسالت سے اس کی اجازت ملی تھی۔

حضرت رافعؓ بن خدیج[۶۴] بیان کرتے ہیں: "ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم لوگ آپ سے بہت سی باتیں سنتے ہیں کیا انہیں لکھ لیا کریں آپ ﷺ نے فرمایا لکھ لیا کرو کوئی مضائقہ نہیں"۔[۶۵] ایک انصاری نے آنحضرت ﷺ سے اپنے حافظہ کی شکایت کی اور آپ کی احادیث لکھنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لو (یعنی لکھا کرو) آپ ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ فرمایا"۔[۶۶] فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا، تو ایک یمنی شخص ابو شاہ نے درخواست کی یارسول اللہ ﷺ! یہ مجھے لکھ دیجئے تو آپ ﷺ نے حکم فرمایا: "أكتبوا لأبي شاه"۔[۶۷] (یہ خطبہ) ابو شاہ کیلئے قلمبند کر دو۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "علم (حدیث) کو لکھ کر محفوظ کر لو"۔[۶۸] حضرت عبد اللہؓ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "علم کو قید کر لو میں نے پوچھا اس کا قید کرنا کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا

اسے لکھنا ہے)۔[۶۹] ایک اور روایت میں جس کے راوی حضرت عبد اللہؓ بن عمروؓ ہیں بیان کیا جاتا ہے :

> رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت حاضر تھی، اور میں بھی ان میں تھا، اور میں سب سے چھوٹا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو میں نے صحابہؓ سے کہا کہ آپ نے حضور ﷺ کے ارشاد کو سنا۔ پھر آپ لوگ حدیث بیان کرنے کی جرأت کیسے کرتے ہیں صحابہ کرامؓ نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ اے بھتیجے! ہم نے رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنا ہے۔ وہ ہمارے پاس لکھا ہوا ہے۔[۷۰]

ابن سعد کا بیان ہے: ”نبی ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافعؓ نے بھی آپ ﷺ سے احادیث لکھنے کی اجازت مانگی تھی اور آپ ﷺ نے انہیں اجازت دی تھی“۔[۷۱]

بارگاہ نبوی سے کتابت حدیث کی خصوصی اجازت حاصل کرنے والوں میں ان متذکرہ بالا صحابہ کرامؓ کے علاوہ حضرت انسؓ بن مالکؓ، حضرت عبد اللہؓ بن عباس، حضرت جابر بن عبد اللہؓ، حضرت سعد بن عبادہؓ، حضرت سمرۃ بن جندب اور حضرت عبد اللہؓ بن ابی اوفی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں یہ تمام وہ صحابہؓ ہیں جنہوں نے عہد رسالت میں اپنے اپنے مستقل صحیفے تیار کر لئے تھے۔

ان شواہد سے یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں کہ آنحضرت انے کتابت کو عام کرنے کے لئے کس قدر اہتمام فرمایا اور حضرت صحابہؓ نے حفظ اور مذاکرہ کے ساتھ ساتھ کتابت کے ذریعہ آپ اکی احادیث کو محفوظ کر لیا تھا۔

عہد رسالت کے بعد عہد صحابہؓ میں بھی کتابت حدیث کی ترغیب دی گئی ہے۔ حضرت عمرؓ بن خطاب فرمایا کرتے تھے: "علم کو لکھ کر محفوظ کر لیا کرو"۔[۷۲] حضرت علیؓ طلب علم اور کتابت علم کے لیے لوگوں کو آمادہ کرتے تھے آپ نے فرمایا: "کون ہے جو مجھ سے ایک درہم کے عوض علم خرید لے"۔[۷۳] مطلب یہ کہ ایک درہم کا کاغذ خرید کر اس میں روایات لکھ لے۔ ایک دوسری روایت میں آپ سے منقول ہے: "ایک درہم کا صحیفہ کون خرید لے گا جس میں علم لکھا ہوا ہے"۔[۷۴] حضرت عائشہؓ نے اپنے بھتیجے عروۃ بن زبیرؓ سے کہا: ”بیٹے! مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم مجھ سے حدیث لکھتے ہو۔ پھر دوبارہ اسی حدیث کو لکھتے ہو۔ عروہؓ نے جواب دیا میں آپ سے حدیث سنتا ہوں پھر دوبارہ اسی حدیث کو دوسری سند سے سنتا ہوں، تو لکھ لیتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کیا تم کو دونوں روایات کے مفہوم میں فرق محسوس ہوتا ہے؟ عروۃؓ نے جواب دیا: نہیں! حضرت عائشہؓ نے فرمایا: پھر کوئی مضائقہ نہیں“۔[۷۵] حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں فرائض صدقہ لکھ کر دیئے تھے اور یہ فرائض صدقہ آنحضرت ﷺ کے بتائے ہوئے تھے۔[۷۶] حضرت انسؓ اپنے بیٹوں سے کہا کرتے تھے: "علم (حدیث) کو قلم بند کر لیا کرو"۔[۷۷] نیز حضرت انسؓ اپنے شاگردوں کو احادیث قلمبند کرواتے تھے لیکن جب ان کی تعداد بڑھ جاتی تو آپ اپنی کتب کا مجموعہ لا کر ان کے سامنے رکھ دیتے اور کہتے: "یہ وہ احادیث ہیں جو میں نے رسول اللہ اسے سن کر لکھی تھیں اور آپ کے سامنے پیش کی تھیں"۔[۷۸] حضرت حسنؓ نے ایک مرتبہ اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو مخاطب کر کے فرمایا: "تم پڑھو اور خوب پڑھو۔ آج تم قوم کے چھوٹے لوگوں میں سے ہو۔ کل قوم کے بڑوں میں شمار ہو گے، تم میں جو زبانی یاد نہیں کر سکتا۔ اسے چاہیئے کہ اپنے پاس لکھ لیا کرے"۔[۷۹] حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے: "علم کو قلم بند کر لیا کرو"۔[۸۰]

صحابہ کرامؓ کی کتابت حدیث کی ترغیب دینے کی وجہ سے ان کے تلامذہ (یعنی تابعین) اور پھر ان کے تلامذہ (یعنی تبع تابعین) نے حدیث کے بہت سے مجموعے لکھ کر محفوظ کر لئے تھے۔ احادیث کی حفاظت کا یہ تیسرا اہم ذریعہ تھا۔

۴۔ تعامل

تعامل سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے لے کر اب تک ہر دور میں کسی کام کو ایسے بڑے گروہ نے کیا ہو۔ جن کا عادتاً کسی جھوٹے یا غلط کام پر اکٹھا ہونا محال ہو۔ جیسے وضو میں مسواک کی مثال یہ سنت ہے اور اسے سنت سمجھنا فرض ہے۔ کیونکہ یہ تواتر عملی سے ثابت ہے۔[۸۱]

تواتر عملی (یعنی تعامل) کے بارے میں مولانا عبد الغفار حسن رقمطراز ہیں:

> ایسے عملی مسائل پر مشتمل احادیث جو امت میں شروع سے اب تک بغیر کسی اختلاف کے ایک دور سے دوسرے دور میں منتقل ہوتی رہی ہیں مثلاً اذان اور اقامت کے کلمات، صبح کی دو رکعتیں، مغرب کی تین رکعتیں اور عصر کی چار رکعتیں، رکوع و سجود کی تعداد اور اس قسم کے بیسیوں وہ امور ہیں جو حدیث کی مستند کتابوں میں درج ہیں اور ان کی تائید میں پوری امت کا تعامل بغیر کسی شائبہ اختلاف کے موجود ہے۔ سنت و حدیث کا یہ وہ سرمایہ ہے جس کا یقینی پہلو قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی طرح محکم اور مضبوط ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کے کاتبوں اور حافظوں کی تعداد اگر ہر دور میں لاکھوں رہی ہو گی تو نمازیوں کی اور روزہ رکھنے والوں کی گنتی کروڑوں سے کم نہ ہو گی تواتر اور راویوں کی ان گنت تعداد کے لحاظ سے حدیث کا یہ سرمایہ قرآن ہی کی طرح یقینی ہے اس کا انکار خود قرآن کے انکار کے ہم معنی ہے۔[۸۲]

حفاظت حدیث اور اس کی ترویج میں چوتھا طریقہ جو صحابہ کرامؓ نے اختیار کیا وہ تعامل تھا۔ حضرات صحابہؓ نے احادیث کو صرف زبانی یا تحریری طور پر محفوظ کرنے کو کافی نہ سمجھا۔ بلکہ انہوں نے ان پر مکمل عمل کر کے اسے یاد رکھا۔ صحابہ کرامؓ بعض اوقات اپنے تلامذہ تابعین کو کوئی کام کر کے دکھاتے اور فرماتے: "میں رسول اللہ اکو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے"۔[۸۳]

صحابہ کرامؓ آنحضرت ﷺ کے عبادت نماز و روزہ، زکوۃ و حج وغیرہ اور اٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے، کھانے پینے، سونے جاگنے، پہننے اور طرز گفتگو اور خلق کی پوری پوری نقل کرنے کی کوشش کرتے۔ یہ ذریعہ نہایت ہی قابل اعتماد ہے۔ کیونکہ معلومات میں بھولنے اور لکھنے میں غلطی کا اندیشہ ہوتا ہے، مگر معمولات میں نہیں ہوتا۔ غرض کہ صحابہ کرامؓ کا طرز حیات بھی اشاعت حدیث کا ایک اہم ذریعہ تھا۔ جو احادیث شریعت کی عملی مشق تھی، جس کے ذریعے آنے والی نسلوں میں سنت نبوی منتقل ہوئی، اور آج امت ان ہی اصولوں پر کاربند ہے جن پر آنحضرت ﷺ عمل پیرا تھے۔ اور اسی سے ملتی جلتی صورتحال روایت و تعامل کی شکل میں احادیثِ نبویہ کی ہے۔

حواشی و حوالہ جات

---

[۱] القرآن الکریم، سورۃ النحل، ۱۶ : ۴۴

[2] ابن حزم، علی بن أحمد بن سعید. جوامع السیرۃ. ط۱: دار الکتب العلمیۃ، ص۷

[3] الآلوسی، محمود شکری الألوسی البغدادی. بلوغ الأرب فی معرفۃ أحوال العرب. ط: دار الکتاب المصری، ۳/۳۸

[4] البخاری، محمد بن اسماعیل ابوعبداللہ. صحیح البخاری. تحقیق: مصطفی البغا. ط۲: دار ابن کثیر، بیروت، باب قتل حمزۃ بن عبد المطلب، ح: ۳۸۴۴، ۴/۱۴۹۴

[5] الاصفہانی، ابوالفرج علی بن الحسین بن محمد. الأغانی. ط: دار الکتب المصریۃ، ۱۶/۱۳۱

[6] القرآن الکریم، سورۃ العنکبوت،: ۴۹

[7] ابن سعد، ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع. الطبقات الکبری. ط۱: ۱۴۱۰ھ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۲: ۲۲

[8] البلاذری، ابوالعباس احمد بن یحیی. فتوح البلدان. ط: ۱۹۸۷ء، مؤسسۃ المعارف، بیروت، ص۴۵۶

[9] الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب حفظ العلم، ح: ۱۱۹، ص۲۵

[10] الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب من أعاد الحدیث ثلاثا لیفہم عنہ، ح: ۹۴، ص۲۲

[11] الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب تحریض النبی ﷺ وفد عبد القیس، ح: ۸۷، ص۲۰

[12] الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب لیبلغ العلم الشاہد الغائب، ح: ۱۰۴، ص۲۳

[13] الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم، ح:۲۰، ص۲۱

[14] الطبقات الکبری، ۸/۱۳۶

[15] الحاکم، محمد بن عبداللہ النیسابوری. المستدرک. ط: ۲۰۰۲ء، دار الکتب العلمیۃ، کتاب العلم، باب إن اللہ...الخ، ۱/۹۴

[16] الجامع الصحیح، کتاب الوضوء، باب فضل من مات علی الوضوء، ح: ۲۴۷، ص۴۵

[17] الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب لیبلغ العلم الشاہد الغائب، ح: ۱۰۴، ص۲۳

[18] ابوداؤد، سلیمان بن الأشعث. سنن ابوداؤد. ط:ط ۲۰۰۹م، دار الرسالۃ العالمیۃ، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، ح: ۳۶۵۹، ص۵۲۵

[19] الترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی. جامع الترمذی. ط: ۱۹۹۶م، دار الغرب الإسلامی، ابواب العلم، باب ما جاء فی الحدیث علی تبلیغ السماع، ح: ۲۶۵۸، ص۶۰۳

[20] ابن عبد البر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ النمری القرطبی. جامع بیان العلم وفضلہ. ط: ۱۹۹۴ء دار ابن الجوزی، الدمام، ۱/۶۸

[21] جامع بیان العلم، ۱/۶۸

[22] الفسوی، ابویوسف یعقوب بن سفیان. المعرفۃ والتاریخ. ط:۱۹۸۱م، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱/۱۳۳؛ الرامہرمزی، ابومحمد الحسن بن عبد الرحمن بن خلاد. المحدث الفاصل. ط:۱۴۰۴ء، دار الفکر، بیروت، ص۵۶۶

[23] الأصفہانی، احمد بن عبداللہ ابونعیم. حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء. ط: السعادۃ، مصر، ۲/۳۳۳

[24] الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ۱/۶۴۰

[25] الخطیب، احمد بن علی بن ثابت. الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع. ط: ۱۹۹۶م، مؤسسۃ الرسالۃ، ۲/۲۷۸

[26] الجامع لأخلاق الراوی، ۱/۲۳۶

[27] الجامع لأخلاق الراوی، ۱/۲۳۶

[۲۸] الخطیب، احمد بن علی بن ثابت. الفقیہ والمتفقہ. ط: ۱۹۹۶م، دار ابن الجوزی، ۲/۱۲۸

[۲۹] الفقیہ والمتفقہ، ۲/۱۲۸

[۳۰] الدارمی، عبد اللہ بن عبد الرحمن. سنن الدارمی. ط: دار البشائر الإسلامیۃ، باب مذاکرۃ العلم، ح: ۶۲۶، ص۱۵۸؛ جامع بیان العلم، ۱/۱۰۱

[۳۱] سنن الدارمی، باب مذاکرۃ العلم، ح: ۵۹۷، ۱/۱۵۵

[۳۲] سنن الدارمی، باب مذاکرۃ العلم، ح: ۶۰۱، ۱/۱۵۵

[۳۳] سنن الدارمی، باب مذاکرۃ العلم، ح: ۶۰۷، ۱/۱۵۶

[۳۴] سنن الدارمی، باب مذاکرۃ العلم، ح: ۶۰۲، ۶۰۳، ۱/۱۵۶

[۳۵] سنن الدارمی، باب مذاکرۃ العلم، ح: ۶۲۱، ص:۱۵۸؛ البیہقی، احمد بن الحسین بن علی. المدخل إلی السنن الکبری. تحقیق د. محمد ضیاء الرحمن الأعظمی. ط: ۱۴۰۴ھ، صدر عن دار الخلفاء للکتاب الإسلامی، بالکویت، ص۲۹۳

[۳۶] سنن الدارمی، باب مذاکرۃ العلم، ح: ۶۱۵، ص۱۵۷

[۳۷] ابو خیثمہ، زہیر بن حرب النسائی، کتاب العلم، المحقق: محمد ناصر الدین الألبانی، مکتبہ المعارف، ۲۰۰۱م، ص۱۲۶

[۳۸] سنن الدارمی، باب مذاکرۃ العلم، ح: ۶۰۵، ص۱۵۶

[۳۹] البیہقی، السنن الکبریٰ، ۲/۱۹۴

[۴۰] الرازی، عبد الرحمن بن ابی حاتم. الجرح والتعدیل. ط: ۱۹۵۲م، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، ۱/۱۴۴

[۴۱] الجامع لأخلاق الراوی، ۲/۲۶۸

[۴۲] سنن الدارمی، باب مذاکرۃ العلم، ح: ۶۱۶، ص۱۵۷

[۴۳] سنن الدارمی، باب مذاکرۃ العلم، ح: ۶۱۰، ص۱۵۷

[۴۴] الجامع الأخلاق الراوی، ۲/۲۷۴

[۴۵] الجامع الأخلاق الراوی، ۲/۲۷۴

[۴۶] الجامع لأخلاق الراوی، ۲/۲۷۴

[۴۷] ناصر الدین الأسد. مصادر الشعر وقیمتہ التاریخیۃ. اصل ھذا الکتاب رسالۃ دکتوراۃ، ط: دار الجیل (مصورۃ عنط. المعارف)، ص۴

[۴۸] محمد محترم، حفاظت وحجیت حدیث، ص۱۳۹

[۴۹] الزیات، احمد حسن. تاریخ الادب العربی. ط۲: دار نھضۃ مصر للطبع والنشر، ص۲۱

[۵۰] الجامع الصحیح، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی، ح: ۲، ص۱

[۵۱] آپ انصاری صحابی ہیں، قبیلہ خزرج کے خاندان سالم سے ہیں، آپ کی کنیت ابو الولید ہے۔ پہلا وفد جو مدینہ سے مکہ آیا اس میں آپ شامل تھے اور آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ غزوہ بدر، بیعت رضوان اور خلافت صدیقی و فاروقی کی بعض جنگوں میں شریک رہے۔ عہد فاروقی میں فلسطین کے قاضی بھی رہے۔ آپ کا شمار فضلائے صحابہؓ میں سے ہوتا ہے۔ شام میں ۳۴ھ کو وفات پائی۔ [ابن حجر، أحمد بن علی. تہذیب التہذیب. ط: ۱۳۲۵ھ، دائرۃ المعارف النظامیۃ، الھند، ۳/۱۲۷]

[۵۲] ابن حنبل، احمد بن حنبل. المسند. المحقق: شعیب الأرناؤوط وآخرون، ط: مؤسسۃ الرسالۃ، ۵/۳۱۵

۵۳ ابن الأثیر، أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، دار ابن حزم، ۱۷۵/۳

۵۴ آپ صحابیہ ہیں، قریش کے خاندان عدی سے تعلق تھا' ہجرت سے قبل مسلمان ہوئیں تو آنحضرت ﷺ بہت زیادہ عقیدت تھی جب رسول اللہ ﷺ آپ کے گھر تشریف لے جاتے تو آپ آنحضرت ﷺ کیلئے علیحدہ بچھونا بچھاتی، آپ جھاڑ پھونک اور لکھنا پڑھنے میں بہت ماہر تھیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں ان کے ساتھ خاص رعایتیں کیں، وفات کا سن معلوم نہیں۔ [ابن حجر. الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ. ط: المکتبۃ العصریۃ، ۱۲۰/۸؛ أسد الغابۃ، ۴۸۶/۵]

۵۵ سنن ابو داوٗد، کتاب الطب، باب ماجاء فی الرقی، ح: ۳۸۸۷، ص ۵۵۲

۵۶ الطبقات الکبریٰ، ۲۲/۲؛ السہیلی. روض الأنف فی تفسیر السیرۃ النبویۃ لابن ھشام. المحقق: مجدی بن منصور بن سید الشوری. ط: دار الکتب العلمیۃ، ۹۲/۲

۵۷ القرآن الکریم، سورۃ العلق، ۹۶ : ۱

۵۸ القرآن الکریم، سورۃ البقرہ، ۲ : ۲۸۲

۵۹ الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ہل یجعل للنساء یوما، ح: ۱۰۱، ص ۲۳

۶۰ جامع بیان العلم، ۱۶۵/۱

۶۱ جامع بیان العلم، ۱۶۵/۱

۶۲ سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابۃ العلم، ح: ۴۸۵، ص ۱۳۶

۶۳ سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابۃ العلم، ح: ۴۸۴، ص ۱۳۶

۶۴ انصاری صحابی ہیں قبیلہ اوس سے تعلق تھا ابو عبد اللہ کنیت تھی ہجرت کے وقت اسلام قبول کیا اس وقت آپ صغیر السن تھے۔ غزوہ بدر میں چودہ برس کے تھے اس لئے آنحضرت ﷺ نے آپ کو شرکت کی اجازت نہیں دی چنانچہ اگلے سال انہیں اجازت دی۔ آپ غزوہ خندق اور اکثر معرکوں میں شریک رہے جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے۔ آپ نے ۸۶ برس کی عمر میں ۷۴ھ کو وفات پائی۔ [أسد الغابۃ، ۳۵۴/۲]

۶۵ المحدث الفاصل، ص ۳۶۹

۶۶ جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی الرخصۃ فیہ، ح: ۲۶۶۶، ص ۶۰۵

۶۷ جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الرخصۃ فیہ، ح: ۲۶۶۷، ص ۶۰۵

۶۸ المحدث الفاصل، ص: ۳۶۸؛ جامع بیان العلم، ۸۶/۱

۶۹ المستدرک، ص: ۱۰۶/۱؛ جامع بیان العلم، ۸۸/۱

۷۰ الہیثمی. مجمع الزوائد علی بن أبی بکر بن سلیمان. المحقق: محمد عبد القادر أحمد عطا. ط: ۲۰۰۱ء، دار الکتب العلمیۃ، ۸۲/۲

۷۱ الطبقات الکبری، ۳۳۱/۳

۷۲ الخطیب، احمد بن علی بن ثابت. تقیید العلم. ط: دار الإستقامۃ، ص ۸۸؛ جامع بیان العلم، ۷۲/۱

۷۳ تقیید العلم، ص ۹۰

۷۴ تقیید العلم، ۵۱/۱

[۷۵] الکفایۃ، ص۸۸

[۷۶] المسند، ۱/۲۳۷

[۷۷] سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابۃ العلم، ح: ۴۹۱، ۱/۱۳۷؛ الخطیب، تقیید العلم، ص۹۶

[۷۸] الخطیب، الکفایۃ، ص۹۵

[۷۹] الکفایۃ، ص۹۵؛ سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابۃ العلم، ح: ۵۱۱، ۱/۱۴۰

[۸۰] سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابۃ العلم، ح: ۴۹۸، ۱۳۸/۱

[۸۱] العثمانی، شبیر احمد. مقدمہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم. ط: دار الضیاء، دولۃ کویت، ص۱۲

[۸۲] حسن، عبد الغفار. حدیث ظنی کا مفہوم. ط: دار اشاعت کراچی، ص۱۱

[۸۳] سنن ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب صفۃ وضوء النبی ﷺ، ح: ۱۱۵، ص۲۷؛ کتاب الصلوٰۃ، باب إذا کانوا ثلاثۃ کیف یقومون، ح۱۱۳، ص۱۰۰۰